قرآن مجید کا اسلوب تبشیر و انذار اور اس کی حکمتیں

*Naila Ajmal**
*Prof. Dr. Mustafeez Alvi***

Abstract:

Allah Almighty has adopted various methods in the Quran for th betterment of all human beings. One of them is the style of evangelism and warning. The teachings of all the prophets are good news for good deeds and warnings of every evil. That's why the Quran calls for good tidings for the righteous and thus warning for those who persist in evil deeds. Because Allah is forgiving and merciful and he does not like his servants to be punished for his sins. Allah Almighty has bestowed upon mankind a blessing like paradise and in order to attain this blessing. He has used various methods to awake the people. He tests them by making them prosperous and miserable in the world. So that man may be grateful for worldly prosperity and may be by reminding his suffering, may repent and correct himself and join the people of paradise.In this method of the Quraan, many wisdom are hidden. In which the expression of the full power of Allah. The purpose of adopting the style of Evangelism and Warning in Quran is to attract people towards virtues and correct oneself by learning a lesson through warned style.

Keywords: evangelists, warned, paradise, virtues, wisdom, miserable

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی زندگیوں میں الہامی تعلیمات کو روشناس کرانے کے لئے قرآن مجید میں مختلف اسالیب بیان اختیار کیے ہیں ان میں سے ایک تبشیر و انذار کا اسلوب بھی ہے۔ تبشیر اچھے انجام کی بشارت سنانے کا عمل اور انذار برے انجام کے خطرات سے اگاہی کا عمل ہے۔ اور قرآن مجید کے اس اسلوب تبشیر و انذار میں بے شمار حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ جن میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا اظہار ہوتا ہے اور تبشیر و انذار کا یہ فریضہ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کرام کے سپرد کیا۔ جنھوں نے اچھے اعمال پر بشارتیں سنائی تاکہ لوگوں میں رغبت پیدا ہو اور وہ نیک اعمال بجالائیں اور برے انجام پر انذار کیا تاکہ لوگ برائیوں سے بچے رہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

* PhD Scholar Islamic Studies, National University of Modern Languages, (NUML) Islamabad.
** Dean FSS National University of Modern Languages, (NUML) Islamabad.

''وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِينَ اِلَّا مُبَشِّرِينَ وَ مُنذِرِينَ۔''(1)

''اور ہم پیغمبروں کو اس لئے بھیجا کرتے ہیں کہ وہ خوشخبری سنائیں اور ڈرائیں۔''

لفظ تبشیر یا بشارت زیادہ تر اچھے انجام اور خیر کے کاموں کے لیے استعمال ہوتا ہے اور بسا اوقات شر کے طور پر بھی بولا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں یہ انذار کے معنی میں بھی استعمال ہوا جیسا کہ اس کے معنی معجم مقاییس اللغۃ میں اس طرح بیان ہوا ہے:

''بَشَّرْتُ فُلَانًا أُبَشِّرُهُ تَبْشِيرًا، وَذَلِكَ يَكُونُ بِالْخَيْرِ، وَرُبَّمَا حُمِلَ عَلَيْهِ غَيْرُهُ مِنَ الشَّرِّ،فَأَمَّا إِذَا أُطْلِقَ الْكَلَامُ إِطْلَاقًا فَالْبِشَارَةُ بِالْخَيْرِ وَالنِّذَارَةُ ''(2)

لسان العرب میں ہے:

''الْبِشَارَةُ: مَا بُشِّرتَ بِهِ، والبشيرُ: الَّذِي يُبشِّرُ الْقَوْم بأَمرٍ خيرٍ أَو شَرّ۔'' (3)

''بشارت وہ ہوتی ہے جو کسی شخص کو دی جاتی ہے اور بشیر وہ ہوتا ہے جو کسی خیر یا شر کے کام کی خبر دے۔''

انذار کا لغوی مفہوم ڈرانا، خبر دار کرنا پیشگی اطلاع دینا تاکہ دوسرا محتاط یا چوکنا ہو جائے۔ انذار کا لفظ اللہ نے اپنی طرف بھی منسوب کیا کہ ''دیکھ میرا ڈرانا کیسا تھا'' یعنی اس سے مراد آگے والے انجام سے پہلے ہی باخبر کر دینا۔ اس طرح منذر کے معنی خبر دینے والے کے ہیں۔ القاموس المحیط میں ہے:

''وأنْذَرَهُ بالأَمْرِ إنذاراً ونَذْراً''۔ (4)

''انذارہ کا معنی خبر دار کیا، اطلاع دی اور ڈرایا۔''

نذیرٌ: ڈرانے والا، بعض جگہ اس سے مراد پیغمبر ہے۔(5) الغرض انذار ایسے پیغام یا خبر کے لیے بولا جاتا ہے جس میں خوف موجود ہو۔ انذار تبشیر کے مقابل میں استعمال ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں مختلف صیغوں سے استعمال ہوا ہے اور ہر جگہ اس سے مراد ڈرانے والا، ڈر یا بُری خبر کے ہی ہیں۔ گویا کہ تبشیر کے معنی خوش خبری کے ہیں لیکن یہ لفظ خیر اور شر دونوں کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ لیکن خیر کے لیے زیادہ استعمال کیا جاتا ہے۔ اور شر کے معنوں میں کم استعمال ہوتا ہے۔ انذار سے مراد چوکنا رہنا، انجام بد اور نتائج سے ڈرانے والا، واقف کرنا، محتاط ہونا اور باخبر کرنا کے ہیں۔ گویا انذار کے معنی کسی بُرے نتیجے سے لوگوں کو خبردار کرنے کے ہیں۔ قرآن مجید میں تبشیر کی جو حکمتیں بیان کی گئی ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

---

1. Al-An'ām, 48:6
2. Ar-Rāzi, Ahmed bn Fāris bn Zakaria, Mojam ul Maqayes ul Lughat, (Dar ul Fikar,1399 H) 151/1
3. Ibne Manzoor, Jamal ud den Afriqi, Lisan ul Arab, (Beroot: Dar us sadar,1414H) 61/4
4. Feroz Abadi, Alqamoos ul Muheet, (Baroot: Mosas ur Risala litabat wan nashar,2005)481/1
5 Abd-ur-Rashīd, lughat ul Quran (Lahore: Umar Farooq Academy, Pakistan) 5-6/40

ا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا اظہار:

اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے دنیا میں کچھ ایسے واقعات رونما ہوتے ہیں۔ کہ ان کو دیکھ کر انسان ورطۂ حیرت میں آجاتا ہے۔ کہ اس کی کبھی وہ توقع بھی نہیں کر سکتا۔ اور کچھ واقعات ایسے ہیں۔ جو زمانے میں پہلی دفعہ اور ایک ہی بار رونما ہوئے۔ جیسے حضرت عیسیٰ کی پیدائش۔ سورۃ ال عمران میں بیان ہوا ہے:

"إِذْ قَالَتِ ٱلْمَلَٰٓئِكَةُ يَٰمَرْيَمُ إِنَّ ٱللَّهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ٱسْمُهُ ٱلْمَسِيحُ عِيسَى ٱبْنُ مَرْيَمَ۔" ([6])

"اس وقت جب فرشتوں نے کہا۔ کہ اے مریم بے شک اللہ تعالیٰ تم کو بشارت دیتا ہے کہ ایک کلمہ کی جو منجانب اللہ ہو گا۔ اس کا نام مسیح ابن مریم ہو گا۔"

پھر حضرت مریمؑ نے تعجب کا اظہار کیا۔"

"قَالَتْ رَبِّ أَنَّىٰ يَكُونُ لِي وَلَدٌ وَلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ" ([7])

"مریمؑ نے کہا۔ اے میرے رب میرے ہاں بچہ کیسے ہو گا۔ حالانکہ مجھے تو کسی شخص نے ہاتھ تک نہیں لگایا۔"

پھر اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ جو اس بشارت کے اندر موجود تھی اس کا اظہار یوں فرمایا۔

"كَذَٰلِكِ ٱللَّهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ إِذَا قَضَىٰٓ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُۥ كُن فَيَكُونُ۔"([8])

"اس طرح اللہ پیدا کرتا ہے۔ جو چاہتا ہے، جب وہ کسی کام کا ارادہ چاہتا ہے، تو کہتا ہے 'ہو جا' پس وہ ہو جاتا ہے۔)

علامہ ابوالحسنات فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس بات میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے اللہ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے اور وہ ظاہری اسباب کا محتاج نہیں ہے وہ جب بھی کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو صرف یہ حکم دیتا ہے کہ ہو جا وہ کام ہو جاتا ہے۔"([9])

یعنی کسی چیز کے پیدا ہونے کے لئے صرف ان کا چاہنا کافی ہے کسی واسطہ و سبب خاص کی ان کو حاجت نہیں ہے۔([10])

اسی طرح قرآن مجید میں حضرت زکریاؑ کے تعجب کے بارے میں ذکر آیا ہے کہ انھوں نے جب حضرت مریمؑ کے پاس بے موسمی پھل دیکھے۔ تو حیرت سے پوچھا کہ یہ کہاں سے آئے ہیں۔ تو ان کا جواب کہ یہ اللہ کی طرف سے عنایت ہوئے۔ حضرت زکریاؑ بزرگ تھے۔ انھیں یہ خیال آیا کہ اگر خدا اپنی کامل قدرت سے بے موسمی پھل دے سکتا ہے تو پھر مجھے بزرگی میں اولاد کیوں نہیں دے سکتا۔ جب اُنھوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعے سے اُنھیں نیک اولاد کی بشارت دی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

---

[6] Āl-e-Imran, 45:3

[7]. do, 47

[8]. do

[9] Abu al Hasnāt, Sayed Muhamad Qadri,Tafsīr Al-Hasanāt (Lahore: Zia ul Quran Publications)506/1

[10] Thānwi, Ashraf Ali, Bayān ul Qur'ān(Karachi, H M Saeed Company)20/2

''يَٰزَكَرِيَّآ إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَٰمٍ ٱسْمُهُۥ يَحْيَىٰ لَمْ نَجْعَل لَّهُۥ مِن قَبْلُ سَمِيًّا-'' ([11])

''اے زکریا ہم تمھیں ایک فرزند کی بشارت دیتے ہیں جس کا نام یحیٰ ہو گا۔ اور ہم نے اس سے پہلے اس کا ہم نام پیدا نہیں کیا۔''

حضرت زکریا علیہ السلام نے جب فرشتوں کے ذریعے سے یہ بشارت سنی تو اُنھوں نے حیرانگی کا اظہار کیا۔ کہ وہ بوڑھے ہیں اور ان کی زوجہ بانجھ ہیں تو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ کا اظہار یوں کیا:

''قَالَ كَذَٰلِكَ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَقَدْ خَلَقْتُكَ مِن قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْـًٔا-'' ([12])

''حکم ہوا کہ اسی طرح ہو گا تمہارے رب نے فرمایا کہ مجھے آسان ہے اور میں پہلے تمہیں بھی تو پیدا کر چکا ہوں۔''

اور اللہ تعالیٰ کو حاجت نہیں ہے کہ اب بوڑھے مرد اور عورت سے بچہ پیدا کرنے کے لیے وہ ان پر جوانی لوٹا دے۔ بلکہ وہ ان کے بڑھاپے ہی کی حالت میں ان میں جوانوں کی سی قوت اور توانائی پیدا کر دے گا اور ان کی بیوی سے بانجھ پن کے مرض کے باوجود انھیں اولاد سے نوازے گا یہی اللہ کی عظیم قدرت کی دلیل ہے اسی طرح جب حضرت ابراہیمؑ کو بشارت دی گئی جس کا ذکر سورۃ الھود میں یوں آیا ہے:

''وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ إِبْرَٰهِيمَ بِٱلْبُشْرَىٰ-'' ([13])

''اور ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس بشارت لے کر آئے۔''

اس بشارت کو سننے کے بعد حضرت سارہؓ نے تعجب کا اظہار کیا جس کو قرآن مجید میں یوں بیان کیا گیا۔ سورہ ھود میں ارشاد ہوتا ہے۔

''قَالَتْ يَا وَيْلَتَىٰ أَأَلِدُ وَأَنَا عَجُوزٌ وَهَٰذَا بَعْلِي شَيْخًا إِنَّ هَٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيبٌ-''([14])

''وہ بولی تعجب ہوا مجھ پر کیا ممکن ہے کہ میرے ہاں اولاد ہو حالانکہ میں بوڑھی ہو گئی ہوں اور میرا شوہر بھی بوڑھا ہے، یہ تو بڑی ہی عجیب بات ہے۔''

جب حضرت ابراہیمؑ اور حضرت سارہؓ کو بشارت دی گئی۔ تو حضرت سارہؓ نے تعجب کا اظہار کیا کہ میں بوڑھی ہوں۔ اور میرے شوہر بھی بوڑھے ہیں۔ یقیناً یہ بڑی عجیب و غریب بات ہے۔ الغرض ان سب بشارتوں میں یہ حکمت پوشیدہ ہے۔ کہ اللہ ہی بے پناہ قدرت کا مالک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے (اسحاقؑ) کی بشارت دی جب کہ وہ اس عمر سے گزر کے بوڑھے ہو چکے تھے۔ اسی طرح حضرت زکریہؑ کو بیٹے کی بشارت دی جبکہ ان کی بیوی بانجھ تھی اور حضرت مریمؑ کو بیٹے کی بشارت دی جبکہ وہ کنواری تھی۔ یہ تینوں بشارتیں خلاف معمول اس وقت دی کی اب اس کی کوئی امید کوئی کرن باقی نہ تھی۔ لیکن اللہ کی قدرت کاملہ کی نشانیاں

[11]. Maryam, 7:19
[12]. do, 9
[13]. Hood, 69:11
[14]. do, 72

اور حکمتیں ان واقعات کے اندر موجود ہیں کہ وہ کسی بھی وقت کچھ بھی کر سکتا ہے۔ اور اس کو کرنے کے لیے صرف کن کہنے کی ضرورت ہے، اور وہ چیز ہو جاتی ہے۔[15]

۲۔ بدلے یا انعام کے طور پر ملنے والی بشارت:

مسلمانوں کو جو بشارتیں دی گئی ان میں سے کچھ کا تعلق انعام کے طور پر اور بدلے میں مسلمانوں کو دی گئی۔ جیسے ارشاد ہوتا ہے:

''إِنَّ ٱللَّهَ ٱشۡتَرَىٰ مِنَ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ أَنفُسَهُمۡ وَأَمۡوَٰلَهُم بِأَنَّ لَهُمُ ٱلۡجَنَّةَۚ يُقَٰتِلُونَ فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ فَيَقۡتُلُونَ وَيُقۡتَلُونَۖ وَعۡدًا عَلَيۡهِ حَقّٗا فِي ٱلتَّوۡرَىٰةِ وَٱلۡإِنجِيلِ وَٱلۡقُرۡءَانِۚ وَمَنۡ أَوۡفَىٰ بِعَهۡدِهِۦ مِنَ ٱللَّهِۚ فَٱسۡتَبۡشِرُواْ بِبَيۡعِكُمُ ٱلَّذِي بَايَعۡتُم بِهِۦۚ وَذَٰلِكَ هُوَ ٱلۡفَوۡزُ ٱلۡعَظِيمُ'' [16]

''بے شک مسلمانوں سے ان کی جان اور ان کا مال اس قیمت پر خرید لیے ہیں۔ کہ اسکے بدلے میں ان کے لیے جنت ہے۔ یہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں۔ مارتے بھی ہیں اور مارے بھی جاتے ہیں۔ یہ سچا وعدہ تورات، انجیل اور قرآن مجید میں ہے۔ اور اللہ سے زیادہ وعدے کا پورا کرنے والا کون ہے۔ تو جو سودا تم نے اُس سے کیا ہے اس سے خوش رہو اور یہی بڑی کامیابی ہے۔''

جان اور مال دونوں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی امانتیں ہیں۔ یہ دونوں چیزیں عارضی ہیں لیکن اللہ اپنی ہی دی ہوئی چیزیں مانگ کر اس کے بدلے میں جنت کا سودا کرتا ہے۔ یہ مسلمانوں کے لیے بہت بڑی بشارت ہے۔

تفسیر مظہری میں اس بشارت کا ذکر یوں کیا گیا: پس تم لوگ اپنی اس بیع پر جس کا تم نے اللہ سے معاملہ ٹھہرایا ہے 'خوشی مناؤ۔

''پس تم خوب خوش ہو جاؤ اور خوشیاں مناؤ۔ یہاں جہاد کرنے والے مؤمنوں سے خطاب ہے۔ ان کا پہلے ذکر غائبانہ آیا تھا اب مخاطب کیا گیا ہے۔ اور اس میں بشارت کی وجہ یہ ہے کہ ایک زوال پذیر اور حقیر چیز کو دے کر انھوں نے لازوال اور اعلیٰ نعمت کو لے لیا۔ اس سے بڑھ کر فائدہ کا سودا اور کیا ہو سکتا ہے۔ کہ اللہ نے تجھے دنیا عطا کی ہے۔ اب تمھیں چاہیے کہ کچھ دنیا دے کر جنت خرید لو۔ اور اس فروخت کو ہی بڑی کامیابی قرار دیا گیا ہے جس کا حصول انتہائی اہم مقصد ہے۔''[17]

مجاہدین جو اپنی جانوں اور مالوں کو اللہ کی راہ میں قربان کرتے ہیں۔ اس کے اجر میں اللہ تعالیٰ نے انھیں بدلے میں ان کو جنت عطا فرمائی۔ اس کو اللہ نے شراء سے تشبیہ دی ہے۔ اور اس آیت کریمہ میں تورات اور انجیل کا ذکر آیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاد کا حکم تمام شریعتوں میں موجود ہے۔ اور ہر امت سے جہاد پر جنت کا وعدہ کیا گیا ہے۔ اس طرح جو لوگ اللہ کی دی ہوئی ہدایت کی پیروی کرتے ہیں ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ نہ کبھی گمراہ ہوں گے اور نہ بدبخت۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

[15] Al-Azhari, Peer Karam Shah, Zia ul Qur'ān, (Lahore: Zia ul Qur'ān Publications) 378/2
[16] Al-Toubah, 111:9
[17] Pāni Patti, Sanaullah,Tafseer Mazharī (Karachi,Saeed Company) 420/5

"فَمَنِ ٱتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشۡقَىٰ۔"[18]

"تو جس نے میری ہدایت کی پیروی کی نہ تو وہ کبھی گمراہ ہو سکتا ہے اور نہ بدبخت۔"

اللہ تعالیٰ نے خود قرآن پاک میں بے شمار مقامات پر جنت کی طرف رغبت اور شوق دلایا ہے اور اس کی رغبت میں نیک اعمال کرنے کے لیے ابھارا ہے۔ جس طرح اللہ کی محبت میں نیک عمل کرنا عین ایمان ہے۔ اس طرح جنت کی طلب بھی عین ایمان ہے۔ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے بھی جنت کی صفات اور نعمتوں کا تذکرہ کیا ہے تاکہ ان کے ذکر سے نیک عمل کی رغبت پیدا ہو۔ ان آیات میں یہ حکمت پوشیدہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ جہاد کرنے والوں کو بہترین اجر اور بدلہ فرما کر جو خوشخبری دیتا ہے۔ اس سے ہر ایک مومن کے اندر یہ رغبت پیدا ہوتی ہے۔ کہ وہ اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال کا نذرانہ پیش کرے۔ اس سے انسان کے اندر انفاق فی سبیل اللہ اور جہاد کا شوق ابھرتا ہے۔

۳۔ اولیاء اللہ کو دنیا اور آخرت میں بشارت:

سورۃ یونس میں ہے:

"أَلَآ إِنَّ أَوۡلِيَآءَ ٱللَّهِ لَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُونَ۔" [19]

"خبردار بلاشبہ جو اولیاء اللہ ہیں۔ ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے۔"

اس سے معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ کا کتنا بڑا درجہ ہے اور اللہ کے ہاں اس کا مقام کہ اللہ ولی کا پریشان ہونا بھی ناپسند فرماتا ہے اور پھر اخروی بشارت یہ کہ میدان حشر میں جب سب خوف زدہ ہونگے تو یہ خوف وہر اس سے محفوظ رہیں گے۔ اور دنیا میں جب لوگ عملی کوتاہیوں پر پریشان ہوں گے تو اولیاء اللہ اس پشیمانی سے محفوظ ہوں گے کیونکہ انھوں نے اپنی زندگی عبث اور لایعنی امور میں نہیں گزاری۔ آگے ارشاد ہوتا ہے۔

"لَهُمُ ٱلۡبُشۡرَىٰ فِي ٱلۡحَيَوٰةِ ٱلدُّنۡيَا وَفِي ٱلۡأٓخِرَةِۚ۔" [20]

"ان کے لیے خوشخبری ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔"

ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ ولیوں کے خصوصی فضائل، ان کی تعریف اور پھر دنیا اور آخرت میں ان کے لئے بشارت کا ذکر فرماتا ہے۔ آیت کے آخر میں جو یہ فرمایا گیا کہ اللہ کے ولیوں کے لئے دنیا میں بھی خوش خبری ہے اور آخرت میں بھی، آخرت کی بشارت تو یہ ہے کہ موت کے وقت جب ان کی روح کو اللہ کے پاس لے جایا جائے گا اس وقت ان کو جنت کی بشارت ملے گی پھر قیامت کے روز قبر سے اٹھنے کے وقت جنت کی خوشخبری دی جائے گی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لا الہ الا اللہ کہنے والوں کو نہ موت کے

---

[18]. Tāhā, 123:20
[19]. Yūnas, 62:10
[20]. do, 64:10

وقت کوئی وحشت ہو گی نہ قبر میں اور نہ قبر سے اٹھنے کے وقت، اور دنیا کی بشارت یہ ہے کہ عام مسلمان بغیر کسی غرض کے اس سے محبت کریں اور اچھا سمجھیں، اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یعنی عام مسلمانوں کا اچھا سمجھنا اور تعریف کرنا مومن کے لئے نقد خوش خبری ہے۔(21) فرمان ﷺ ہے کہ:

''خِيَارُكُمُ الَّذِينَ إِذَا رُءُوا، ذُكِرَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ۔'' (22)

''تم میں بہتر ہیں وہ لوگ کہ جن کو دیکھ کر اللہ کی یاد آئے۔''

یہاں ولیوں کا ذکر ہے۔ مزید ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے کچھ بندے ایسے ہیں اور وہ انبیاء میں سے نہیں ہیں۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انکے رتبے کی وجہ سے انبیاء اور شہداء ان پر رشک کریں گے۔ اس بشارت میں یہ حکمت ہے کہ یہ بشارت عاجلہ اللہ کی رضا اور اللہ سے محبت فرمانے اور خلق کے دلوں میں محبت ڈال دینے کی دلیل ہے۔ مطلب یہ کہ یہ مقام اس وقت حاصل ہوتا ہے۔ جب کوئی حرکت و سکون اور کوئی بھی کام خدا کی مرضی کے خلاف نہ ہو۔ یعنی اس کا ظاہر و باطن دونوں اللہ کی رضا جوئی میں مشغول رہتے ہوں اور ایسے لوگوں کو بہترین قرار دیا گیا ہے کیونکہ ان کو دیکھنے سے اور ان سے ملنے پر خدا کی یاد آجاتی ہے یعنی یہ دوسروں کو بھی اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کر دیتے ہیں۔ ان آیات مبارکہ میں اولیاء اللہ کو ملنے والی دنیاوی اور آخری نعمتوں اور بدلے کا ذکر ہے۔ جس سے ہر انسان کے دل میں یہ رغبت پیدا ہوتی ہے۔ کہ وہ اپنے آپ کو اس مقام تک لانے کی کوشش کرے۔

۴۔ شہداء کی طرف سے ملنے والی بشارت:

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

''وَلَا تَحۡسَبَنَّ ٱلَّذِينَ قُتِلُواْ فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ أَمۡوَٰتَۢاۚ بَلۡ أَحۡيَآءٌ عِندَ رَبِّهِمۡ يُرۡزَقُونفَرِحِينَ بِمَآ ءَاتَىٰهُمُ ٱللَّهُ مِن فَضۡلِهِۦ وَيَسۡتَبۡشِرُونَ بِٱلَّذِينَ لَمۡ يَلۡحَقُواْ بِهِم مِّنۡ خَلۡفِهِمۡ أَلَّا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُونَ۔'' (23)

''جو لوگ االلہ کی راہ میں شہید ہوئے۔ انھیں مُردہ نہ کہو۔ وہ حقیقت میں زندہ ہیں۔ اپنے رب کے پاس رزق پا رہے ہیں اور جو کچھ اللہ نے اپنے فضل سے انھیں دیا ہے۔ اس پر خوش و خرم ہیں اور مطمئن ہیں۔ کہ جو اہل ایمان ان کے پیچھے دنیا میں رہ گئے ہیں۔ اور ابھی وہاں نہیں پہنچے ہیں۔ ان پر نہ کوئی خوف ہو گا۔ اور نہ ہی وہ غمزدہ ہونگے۔''

یہاں یہ تاکیدی حکم دیا جارہا ہے کہ مسلمانو! تمہارے دل میں یہ خیال بھی نہ گزرے کہ خدا کی راہ میں اپنی جان دینے والے مردہ ہیں۔ بلکہ وہ زندہ ہیں اور انہیں اپنے رب کی طرف سے رزق بھی دیا جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے جس خصوصی لطف و احسان اور نعمتوں سے انہیں نوازا ہے اس پر وہ خوش و خرم ہیں۔ البتہ اس زندگی کی حقیقت ہمارے فہم و ادراک سے ماوراء ہے۔ اور کسی چیز کا ہمارے فہم

[21] Mufti Muhamad Shafi, M'āraf ul Qur'ān (Karachi:Idārah M'ārif,1981AD) 231/1
[22] Ibn-e-Mājah, Al-Sunan, Kitāb uz Zuhd, Hadees #: 4119
[23] Āl-e-Imrān,169:3

کی رسائی سے بالاتر ہونا اس کے نہ ہونے کی دلیل نہیں۔(24) یہ بہت بڑی بشارت ہے جو شہیدا کو ملتی ہے۔ صحیح مسلم میں شہداء کے جنت میں مقام و مرتبہ کے بارے میں ہے۔

''أرواحهم في جوف طير خضر، لها قناديل معلقة بالعرش، تسرح من الجنة حيث شاءت، ثم تأوي إلى تلك القناديل))([25])

''جب تمھارے بھائی احد میں شہید ہوگئے۔ تو اللہ نے ان کی روحوں کو سبز پرندوں کی صورت میں جنت میں بسا دیا تو ان کی روحیں جنت کی نہروں پر اُڑتی اور وہاں کے میوے کھاتی تھیں۔ اور ان سنہری قندیلوں میں آکر ٹھہرتی تھیں۔''

آگے اس کی تفصیل یوں بیان کی گئی۔ جو اللہ نے ان کے لیے عرش کے نیچے لٹکائی ہیں اور جب انھیں جنت کی ایسی نعمتیں اور لذتیں ملیں۔ کہنے لگے اے کاش! ہمارے بھائیوں کو دنیا میں پتہ چلے کہ اللہ نے ہماری کیسی میزبانی فرمائی ہے۔ ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ انھوں نے کہا۔ اے کاش! ہمارے بھائی بھی جہاد میں کوشش کریں)تب اللہ تعالیٰ نے درج بالا آیت نازل کی۔ جس سے ہمیں اپنے ان شہید بھائیوں کا فضل اور انعام کا پتہ چلا۔

اس آیت مبارکہ میں ایک حکمت یہ پوشیدہ ہے۔ کہ شہداء کی خوشخبری ان پر اللہ کا فضل و انعام قرآن مجید کے ذریعے دنیا والوں تک پہنچایا گیا۔ تاکہ ان لوگوں کے اندر بھی یہ جذبہ اور رغبت پیدا ہو۔ ان آیات کریمہ سے مجاہدین جو فی سبیل اللہ جان دینے کے لئے ہر وقت تیار رہتے ہیں اور ان کے قدم طلب شہادت میں ہر وقت رواں دواں رہتے ہیں۔ ان آیات کریمہ میں شہداء کی کرامت اور فضیلت بیان کی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کا ذکر ہے جن سے شہداء کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و احسان سے نوازا ہے اور اسی ضمن میں ان زندہ لوگوں کے لئے تسلی اور تعزیت ہے جن کے اقرباء نے جام شہادت نوش کیا تھا۔ نیز ان کو جہاد فی سبیل اللہ کی ترغیب دینا اور ان میں شوق شہادت پیدا کرنا ہے۔

''ہم شہدا کو زندہ یقین کرتے ہیں کیونکہ ہمارے رب نے فرمایا ہے کہ وہ زندہ ہیں۔ ہم ان کو مردہ نہیں کہتے ہم انہیں مردہ خیال بھی نہیں کرتے۔ کیونکہ ہمارے رب نے انہیں مردہ کہنے اور مردہ خیال کرنے سے منع کیا ہے۔ ہمارے رب کا ہر ارشاد حق ہے۔''([26])

اسلوب بشارت کی طرح اسلوب انذار میں بھی حکمتیں بیان کی گئی ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں۔ قرآن مجید حکمت سے بھری خبروں اور نصیحتوں اور عبرتوں کا خزانہ و مجموعہ ہے۔ جو ہدایت و رشد کے ضمن میں درجہ کمال اور اپنی انتہاء کو پہنچی ہوئی ہیں۔ یعنی ان سرگزشتوں

[24] Al-Azharī,Peer Karam Shah, Zia ul Qur'ān, 296/4
[25] Muslim bin Al-Hujjaj, Al-Jāme Al-Sahī, Kitab Al-Amārah, Hadees#:1887
[26] Kilani,Abdur Raman, Taisīr Al-Qur'ān (Lahore: Dar us Slam Islamic press) 169/1

میں نہایت اعلیٰ درجے کی دل و دماغ کی گہرائیوں تک پہنچنے والی حکمت موجود ہے۔

ا۔اتمام حجت کے لیے انذار:

اللہ کی طرف سے قرآن مجید کے اسلوب انذار میں یہ حکمت پوشیدہ ہے۔ کہ بعد میں لوگوں کے پاس کوئی حجت باقی نہ رہے۔ کہ انھیں دنیا میں کسی نے انذار نہیں کیا۔ اللہ کے احکامات سے یہ بے خبر رہے ہیں۔ اور کوئی ان کو خبر دار کرنے والا نہیں آیا یا حق کی طرف لانے میں ان کی کوئی راہنمائی نہیں کی گئی ہے۔ حجت کے طور پر سورۃ النساء میں ارشاد فرمایا گیا:

"رُّسُلا مُّبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى ٱللَّهِ حُجَّةُۢ بَعۡدَ ٱلرُّسُلِۚ وَكَانَ ٱللَّهُ عَزِيزًا حَكِيما۔" ([27])

(اللہ نے بھیجا ہے۔ رسولوں کو خوشخبری دینے والے اور ڈر سنانے والے بنا کر۔ کہ نہ رہے لوگوں کے لیے اللہ کے مقابلہ میں کوئی حجت۔)

گویا کہ انبیاء کرام کے بھیجنے کا مقصد لوگوں کو بشارت و نذارت کرنا ہے۔ انبیاء کرامؑ نے انسانوں کو ایمان لانے کی وجہ سے بشارتیں دیں۔ لیکن جو لوگ نافرمانی کرتے ہیں۔ انھیں جہنم کے عذاب سے ڈرایا تاکہ کل کوئی یہ دعویٰ نہ کر سکے کہ میرے پاس کوئی نذیر یعنی ڈرانے والا نہیں آیا۔ گویا کہ قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ بندے سے سوال کریں گے۔ کہ تم نے اپنی زندگی کو کن کاموں میں گزارہ میرے بتائے ہوئے احکامات کے مطابق یا ان کے خلاف تو اُس وقت یہ نہیں کہہ سکتے کہ ان کے انذار کے لیے کوئی نہیں آیا پہلے یہ کام انبیاء اپنی اپنی قوم میں کرتے رہے۔ بعد میں جب نبی پاک ﷺ کو تمام دنیا میں نبی بنا کر بھیجا۔ تو آپ ﷺ کی وفات کے بعد یہ آپ ﷺ کی اُمت پر فرض قرار دیا۔ کہ وہ دنیا کے کونے کونے میں اسلام یا دین کی روشنی کو پھیلائیں۔ تاکہ کوئی شخص یہ حجت بازی نہ کر سکے کہ اسکے پاس ڈرانے والا کوئی نہیں آیا۔ عبد الکریم اثری رقمطراز ہیں:

"دنیا کی ہر قوم میں اللہ تعالیٰ نے کوئی نہ کوئی نبی و رسول بھیجا اس لئے کہ کسی کو یہ عذر باقی نہ رہے کہ ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا اس لئے ضروری تھا کہ ان کے پاس کوئی نہ کوئی ڈرانے والا ضرور آتا رہے۔ قرآن میں متعدد مقامات پر اس کا ذکر آیا کہ ہر ہادی و راہنما نے اللہ کا پیغام پہنچایا کہ میں وہی پیغام لے کر آیا ہوں جو میرے سے پہلے والے نبی لے کر آئے تھے لیکن چونکہ تم نے اس کو بھلا دیا اس لئے مجھے بھیجا گیا کہ میں تم کو یاد دلاؤں چنانچہ جو بھی ان کی ہدایت کے مطابق عمل کرے گا اسے کسی قسم کا خوف یا پریشانی نہیں ہو گی۔" ([28])

حقیقت بات یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ بغیر انذار کے مخلوق کو عذاب میں مبتلا کر دیتے تو ضرور یہ مطالبہ کرتے کہ ہمارے پاس کوئی منذر یعنی خبر دار کرنے والا اور ڈرانے والا نہیں آیا۔ اس کا اظہار سورۃ طہ میں اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا:

---

[27] Al-Nisā, 165:4

[28] Abdul Karīm Asri, Urwa tul Wusqā (Gujrat: Maktabah Al-Asria, 1995AD) 992/2

"وَلَوْ أَنَّآ أَهْلَكْنَٰهُم بِعَذَابٍ مِّن قَبْلِهِۦ لَقَالُواْ رَبَّنَا لَوْلَآ أَرْسَلْتَ إِلَيْنَا رَسُولًا فَنَتَّبِعَ ءَايَٰتِكَ مِن قَبْلِ أَن نَّذِلَّ وَنَخْزَىٰ" ([29])

"اگر ہم انھیں عذاب سے ہلاک کر دیتے۔ اس (قرآن) کے قبل ہی تو یہ لوگ کہتے کہ اے ہمارے پروردگار تو نے ہمارے پاس کیوں نہ بھیجا کہ ہم تیرے احکام کی پیروی کرنے لگتے۔ بجائے اس کے کہ ہم ذلیل ورسوا ہوتے۔"

قیامت کے عذاب میں مبتلا کرنے سے قبل بھی حجت کے طور پر جہنم کے داروغہ جہنمیوں سے سوال کریں گے۔ کہ کیا تمھیں کسی نے خبر دار نہیں کیا۔ دنیا میں اس برے انجام سے کسی نے ڈرایا نہیں تھا۔ اس کی تائید سورۃ الملک کی آیت سے ہوتی ہے:

"تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ ٱلْغَيْظِ ۖ كُلَّمَآ أُلْقِيَ فِيهَا فَوْجٌ سَأَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ" ([30])

"قریب ہے کہ غصہ سے پھٹ جائے۔ جب اس میں فوج ڈالی جائے گی۔ تو اس کے نگہبان اس سے پوچھیں گے۔ کہ کیا تمھارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا۔"

"قَالُواْ بَلَىٰ قَدْ جَآءَنَا نَذِيرٌ" ([31])

"وہ کہیں گے کیوں نہیں، ڈرانے والا آیا تھا لیکن ہم نے اسکو جھٹلایا۔ اور کہا کہ اللہ نے تو کوئی چیز نازل نہیں کی۔"

گویا کفار کے لیے اب کوئی حجت باقی نہیں رہی۔ کیونکہ انھوں نے خود گواہی دے دی ہے یا اقرار کرلیں گے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے تو انبیاء کرام کو بھیجا اور انبیاء کرام نے انذار کے ذریعے عذاب میں مبتلا ہونے کے اسباب بالکل واضح کر دیئے تھے تب کفار پر حق واضح ہو گا اور جہنم کی سختیاں ان سے برداشت نہیں ہوں گی اور اس وقت وہ اللہ تعالیٰ کو چیخ چیخ کر پکاریں گے اور جہنم سے نکلنے کی التجاء کریں گے۔ اس کا ذکر سورۃ الفاطر میں یوں آیا ہے:

"وَهُمْ يَصْطَرِخُونَ فِيهَا رَبَّنَآ أَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَٰلِحًا غَيْرَ ٱلَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ ۚ" ([32])

"وہ اس میں چلائیں گے کہ اے رب ہم کو نکال دے، اب ہم نیک عمل کیا کریں گے۔ نہ کہ وہ جو پہلے کرتے تھے۔"

تب اللہ تعالیٰ جواب دیں گے:

"أَوَلَمْ نُعَمِّرْكُم مَّا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَن تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ ٱلنَّذِيرُ ۖ فَذُوقُواْ فَمَا لِلظَّٰلِمِينَ مِن نَّصِيرٍ" ([33])

"کیا ہم نے تمہیں اتنی عمر نہ دی تھی؟ جس میں کوئی سبق لینا چاہتا تو سبق لے سکتا تھا۔ اور تمھارے پاس انذار کرنے والا بھی آچکا تھا۔ اب مزا چکھو یہاں ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے۔"

[29] Tāhā, 134:20
[30] Al-Mulk, 8:67
[31] do, 9:67
[32] Fātir, 37:35
[33] do

اور پھر آخر میں کفار ساری طرف سے مایوس ہو کر غم کے مارے پچھتاتے ہوئے اس بات کا اظہار کریں گے:

"وَيَقُولُ ٱلۡكَافِرُ يَٰلَيۡتَنِي كُنتُ تُرَٰبَۢا۔" ([34])

"اور کافر کہے گا۔ کہ اے کاش میں مٹی ہوتا۔"

اتمام حجت کے لیے سورۃ یٰسین میں بھی اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"لِّيُنذِرَ مَن كَانَ حَيّٗا وَيَحِقَّ ٱلۡقَوۡلُ عَلَى ٱلۡكَٰفِرِينَ۔" ([35])

"تاکہ آپ ایسے شخص کو ڈرائیں جو زندہ ہو اور کافروں پر حجت ثابت ہو جائے۔"

اسی طرح قرآن مجید میں جو ہواؤں کا ذکر ہے۔ ہواؤں کے تصرفات سے جو حیرت انگیز چیزیں منظر عام پر آتی ہیں، ان کا مقصد یہ بیان ہوا ہے کہ جو کچھ ہمیں دکھایا جارہا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانوں پر اتمام حجت ہے یا انھیں بیدار کرنے کا ذریعہ ہے۔ یعنی جو لوگ اتنی بڑی نشانیوں کو دیکھ کر بھی کوئی سبق حاصل نہیں کرتے اور وہ غفلت کی سرمستی میں پڑے رہتے ہیں، ان لوگوں پر حجت تمام ہو جاتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"عُذْرًا اَوْ نُذْرًا۔" ([36])

"اتمامِ حجت کے طور پر یا ڈراوے کے طور پر۔"

الغرض رسولوں کے بھیجنے کا مقصد حجت کو قطع کرنا ہے۔ یعنی مخلوق کی طرف سے اس عذر کو ختم کرنے کے لیے کہ ہمارے پاس کوئی رسول ڈرانے والا نہیں آیا تھا، ورنہ ان کا کہنا تھا کہ اگر ہمارے پاس کوئی رسول انذار کرنے کے لئے آجاتا تو ہم ضرور اس کی پیروی کر کے راہ حق وہدایت پر آجاتے، جیسا کہ سورۃ طٰہٰ میں ان کے رویہ کی نشان دہی کی گئی ہے۔

''وَلَوۡ أَنَّآ أَهۡلَكۡنَٰهُم بِعَذَاب مِّن قَبۡلِهِۦ لَقَالُواْ رَبَّنَا لَوۡلَآ أَرۡسَلۡتَ إِلَيۡنَا رَسُولا فَنَتَّبِعَ ءَايَٰتِكَ مِن قَبۡلِ أَن نَّذِلَّ وَنَخۡزَىٰ۔'' ([37])

"اور اگر ہم انھیں کسی عذاب سے پہلے ہلاک کر دیتے تو یہ کہتے اے ہمارے رب! تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا تاکہ ہم تیری آیتوں کی پیروی کرتے۔ اس سے پہلے کہ ہم ذلیل ورسوا ہوئے۔"

اور اگر دیکھا جائے تو مخلوق خدا ہونے کے ناطے اللہ تعالیٰ پر اس کے بندوں کی طرف سے کوئی حجت ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ وہ خالق اور مالک ومختار ہے۔ اس کی مرضی ہے وہ جو چاہے کرے۔ مگر اللہ تعالیٰ کا ہم پر بہت بڑا اکرم واحسان ہے کہ اس نے بندوں کے اس عذر کو

---

[34] An Nabā, 37:78
[35] Yāsīn, 70:36
[36] Al-Mursalāt, 6:77
[37] Tāhā:134:20

بھی حجت سے تعبیر فرمایا۔ سواب رسولوں کی بعثت کے بعد لوگوں کے لیے ایسا کوئی عذر بھی باقی نہیں رہے گا کیونکہ اب انکے پاس اللہ کی طرف سے رسول آگئے ہیں اور کھلے اور روشن دلائل بھی ساتھ لے کر آئے ہیں۔ یہی قرآن مجید کا اسلوب انذار اور اس میں حکمت ہے۔ کہ اس نے پہلے سرکشی کرنے والوں کے لیے کسی قسم کی کوئی حجت باقی نہ چھوڑی انبیاء کرام کو بھیج کر انکے ذریعے نیکی وبدی اور اچھے اور برے کی تمیز سکھائی۔ اور اس کے بعد بھی اگر وہ منہ موڑیں گے تو پھر ان کو اخروی انجام بد سے آگاہ کیا۔ خود ان سے اقرار کر وایا۔ کہ کوئی حجت باقی نہ رہے اور پھر ان کے لیے ہمیشہ جہنم میں رہنے اور پچھتاوے کو بیان کیا۔ کہ نہ وہ مریں گے اور نہ ہی ان سے عذاب کو ہلکا کیا جائے گا۔

۲۔ عذاب سے پیشگی انذار:

قرآن مجید کے اسلوب انذار کی ایک حکمت یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کسی بھی قوم یا بستی کو عذاب میں مبتلا نہیں کر تا بیشتر اس کے کہ ان کے پاس انذار کرنے والے انبیاء مبعوث نہ فرمائے ارشاد ہوتا ہے:

"إِنۡ هُوَ إِلَّا نَذِيرٞ لَّكُم بَيۡنَ يَدَيۡ عَذَاب شَدِيد۔" (38)

"وہ تو تمھیں سخت تر عذاب سے قبل ڈرانے والے ہیں۔"

تفسیر سعدی میں ہے:

"اي: إعذارا و إنذارا للناس، تنذر الناس ما أمامهم من المخاوف وتقطع معذرتهم، فلا يكون لهم حجة على الله." (39)

یعنی لوگوں کا عذر دور کرنے اور ان کو انذار کرنے کے لیے، تاکہ وہ لوگوں کو خوف کے ذریعہ ان مقامات سے ڈرائیں جو ان کے سامنے ہیں، ان کے عذر منقطع ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ پر ان کے لیے کوئی حجت باقی نہ رہے۔

انبیاء کرام کے انذار کرنے کے بعد بھی اگر ان کے اپنے ہاتھوں سے کیے ہوئے ظلم کی بناپر اللہ تعالیٰ انھیں ہلاک کر دے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهۡلِكَ ٱلۡقُرَىٰ حَتَّىٰ يَبۡعَثَ فِيٓ أُمِّهَا رَسُولا يَتۡلُواْ عَلَيۡهِمۡ ءَايَٰتِنَا۔ ۔ ۔" (40)

(اور آپ کا رب بستیوں کو ہلاک نہیں کر تا جب تک ان کے مرکزی مقام میں کوئی رسول نہ بھیجے جو ان پر ہماری آیات پڑھے اور ہم بستیوں کو ہلاک نہیں کرتے سوا اس کے کہ وہاں کے باشندے ظلم کرنے والے ہوں۔"

سورہ بنی اسرائیل میں ہے:

38 Sabā, 46:34

39. Abdur Rahman bin Nasir,Taseer ul Karīm ur Rahmān fī Tafsīr Kalām ul Mannān(Muassasah Risālah,2002AD) 903/1

40 Al-Qasas. 59:28

"وَءَاتَيۡنَا ثَمُودَ ٱلنَّاقَةَ مُبۡصِرَةٗ فَظَلَمُواْ بِهَاۚ وَمَا نُرۡسِلُ بِٱلۡأٓيَٰتِ إِلَّا تَخۡوِيفٗا" ([41])

"اور ہم نے قوم ثمود کو اونٹنی بطور واضح نشانی دی۔ تو انھوں نے اس سے ظلم کیا اور ہم ڈرانے کے سوا کسی مقصد کے لیے نشانیاں نہیں بھیجتے۔"

اللہ تعالیٰ نے جب بھی کسی قوم کی طرف عذاب نازل کیا یا انھیں ہلاکت میں ڈالا تو اس سے پہلے انذار کیا۔ سورۃ الشعرا میں ہے:

"وَمَآ أَهۡلَكۡنَا مِن قَرۡيَةٍ إِلَّا لَهَا مُنذِرُونَ" ([42])

"اور ہم نے جو بستی بھی ہلاک کی اس میں ان کے لیے ڈرانے والے ضرور تھے۔"

اس میں یہ حکمت پوشیدہ ہے۔ کہ جس طرح ایک مالی یا باغبان اپنے باغ میں خاردار جھاڑیوں کو برداشت نہیں کرتا۔ اور انھیں جڑ سے اکھاڑ پھینکتا ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء کرام کے ذریعے لوگوں کو انذار فرماتے رہتے ہیں۔ ہر ایک کے پاس منذرون بھیجتے ہیں۔ لیکن جب انسان اپنی کجروی اور سرکشی کی بنا پر حق کی طرف نہیں لوٹتا تو اللہ تعالیٰ بھی اپنی زمین میں سے ان خاردار جھاڑیوں کو اکھاڑ پھینکتا ہے۔ یہ اللہ کے اس طریقے کی یاد دہانی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے قوموں معاملے میں اختیار فرمائی ہے۔ کہ وہ عادل اور بے پناہ رحم کرنے والا ہے۔ اسی وجہ سے انذار اور اتمام حجت کے بغیر وہ کسی بھی قوم کو ہلاک نہیں کرتا۔ اور قریش کو انذار کیا گیا ہے کہ سنت الہیٰ کے مطابق یاد دہانی کے لیے ایک منذر آ گیا۔ اگر تم نے اس کی قدر نہ کی تو اس کا لازمی نتیجہ تمھارے سامنے آکر رہے گا۔ اور اس وقت یہ کوئی ظلم نہیں ہو گا بلکہ اللہ کی طرف سے عین عدل ہو گا۔

۳۔ عبرت و نصیحت کے لیے غافلوں کو انذار:

قرآن مجید میں انذار کے اسلوب میں ایک حکمت یہ پوشیدہ ہے۔ کہ اس اسلوب کے ذریعے لوگ راہ راست پر آ جائیں اور برائیوں سے توبہ کر لیں۔ سورۃ المومن میں ارشاد ہے:

"وَأَنذِرۡهُمۡ يَوۡمَ ٱلۡأٓزِفَةِ إِذِ ٱلۡقُلُوبُ لَدَى ٱلۡحَنَاجِرِ كَٰظِمِينَۚ مَا لِلظَّٰلِمِينَ مِنۡ حَمِيمٖ وَلَا شَفِيعٖ يُطَاعُ"([43])

"آپ لوگوں کو قیامت سے ڈرائیں۔ جب کلیجے حلق تک آ جائیں گے لوگ غم میں ہوں گے۔ ظالموں کا کوئی دوست اور سفارشی نہ ہو گا۔ کہ جس کی بات مانی جائے۔"

اللہ تعالیٰ اپنے پیارے نبی ﷺ کو حکم دے رہے ہیں، کہ آپ انھیں قیامت کے ہولناک دن سے ڈرائیں تا کہ وہ توبہ کریں اور اس شدید دن کے عذاب سے بچ جائیں۔ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

"جو لوگ ایمان نہیں لاتے اور کفر پر ہی ڈٹے رہتے ہیں۔ وہ بروز قیامت دوزخ کے عذاب اور اس کی شدید

---

41. Al-Asrā, 59:17
42 Al-Shuarā, 208:26
43 Al-Momin, 18:40

ہولناکی کا مشاہدہ کریں گے۔ کہ اس دن تکذیب کرنے والوں کے لئے ہلاکت ہے۔"[44]

ان قصص کے بار بار تذکرے سے اللہ تعالیٰ ہمیں یہ یاد دہانی کروا رہے ہیں کہ اپنے انجام سے بے فکر نہ ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ کی پکڑ کو معمولی نہیں سمجھنا چاہیے۔ وہ بہت بردبار اور حلیم ہے اور اس کی رحمت اس کے غضب پر حاوی ہے۔ لیکن جب انسان اپنے مقرر کردہ حدود سے باہر نکلتا ہے تو پھر وہ کبھی معاف نہیں کرتا اسی بنا پر آپ ﷺ اُمت کو جنت کی رغبت دلاتے تھے اور انھیں دوزخ کے عذاب سے خبردار کرتے تھے۔ یعنی اصل مقصد انذار اور خبردار کرنا ہے۔ ان لوگوں کو جو آیات مقدسہ سے منہ موڑیں۔ اور اس کی تکذیب اور کفر اورانکار سے کام لیں۔ سو یہ ان کو خبردار کرتے ہیں۔ کہ وہ اپنی اس روش سے باز آجائیں ورنہ ان کے لیے ایک بڑا ہی سخت اور ہولناک عذاب تیار ہے ان کے رب کی طرف سے۔ اور قیامت کے دن کوئی ان کا سفارشی بھی نہیں ہو گا۔

۴۔ غافل اور جنھیں کوئی پہلے ڈرانے والا نہیں آیا:

سورۃ یٰسین میں ہے:

''لِتُنذِرَ قَوْما مَّآ أُنذِرَ ءَابَآؤُهُمْ فَهُمْ غَٰفِلُونَ'' ([45])

''تا کہ آپ ایسے لوگوں کو ڈرائیں۔ نہیں ڈرائے گئے جن کے آباءواجداد سو وہ غافل ہیں۔"

قرآن مجید میں انذار کی ایک حکمت یہ بتائی گئی ہے کہ ان لوگوں کو خبردار کیا جائے جنہیں پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔ اور غفلت میں پڑے ہوئے لوگوں کو بھی ڈرانا ہے۔ سورۃ القصص میں ہے:

"لِتُنذِرَ قَوْما مَّآ أَتَىٰهُم مِّن نَّذِير مِّن قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ" ([46])

''تا کہ آپ ان لوگوں کو جن کے پاس آپؐ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔ ڈرائیں تا کہ وہ نعمت حاصل کریں۔"

تفسیر ابن کثیر میں ہے

''ولكن الله أوحاه إليك وأخبرك به، رحمة منه لك وبالعباد بإرسالك إليهم، {لتنذر قوما ما أتاهم من نذير من قبلك لعلهم يتذكرون} أي: لعلهم يهتدون بما جئتهم به من الله عز وجل. " ([47])

بلکہ یہ اللہ کی وحی ہے جو وہ اپنی رحمت سے تجھ پر فرما رہے ہیں اور یہ بھی اس کی رحمت ہے کہ اس نے تجھے اپنے بندوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا۔ کہ تو ان لوگوں کو آگاہ اور ہوشیار کر دے جن کے پاس تجھ سے پہلے کوئی نبی نہیں آیا تا کہ نصیحت حاصل کریں اور ہدایت پائیں ان غفلت میں پڑے ہوئے لوگوں کو ڈرانے اور خبردار کرنے کا حکم دیا۔ جو اپنے انجام بد سے غافل ہیں تا کہ وہ کفر و انکار اور

[44] Ghulām Rasūl Saeedī, Tafsīr Tibyān ul Qur'ān (Lahore: Roomi Publications) 484/12
[45]. Yāsīn, 6:36
[46] Al Qisas, 46:28
[47] Ibn e Kathīr, Tafseer ul Qur'ān Al-Azeem,(Dār Al-Tayibah,1999AD) 241/6

ہلاکت وتباہی کے راستے سے باز آجائیں۔ سورۃ السجدہ میں ہے:

"بَلۡ هُوَ ٱلۡحَقُّ مِن رَّبِّكَ لِتُنذِرَ قَوۡمٗا مَّآ أَتَىٰهُم مِّن نَّذِيرٖ مِّن قَبۡلِكَ لَعَلَّهُمۡ يَهۡتَدُونَ۔" ([48])

"بلکہ وہ تمھارے رب کی طرف سے بر حق ہے۔ تاکہ لوگوں کو ڈرائیں۔ جن کے پاس پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا شاہد کہ وہ ہدایت پا جائیں۔"

سورۃ ابراہیم میں ارشاد ہوتا ہے:

"وَأَنذِرِ ٱلنَّاسَ يَوۡمَ يَأۡتِيهِمُ ٱلۡعَذَابُ فَيَقُولُ ٱلَّذِينَ ظَلَمُوٓاْ رَبَّنَآ أَخِّرۡنَآ إِلَىٰٓ أَجَلٖ قَرِيبٖ۔" ([49])

"اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کو اس دن سے ڈرایئے جب ان ظالموں پر عذاب آئے گا۔ تو وہ کہہ اُٹھیں گے اے ہمارے رب ہمیں تھوڑی مدت کے لیے اور مہلت دے دیجیے۔"

سو اس دن کے آنے سے پہلے غفلت میں گھرے ہوئے لوگوں کو انذار کیا جارہا ہے کہ پہلے ہی خبر دار ہو جائیں اور راہ مستقیم پر چلیں اس سے پہلے کہ مہلت مانگیں اور مہلت ختم ہو چکی ہو۔

۵۔ اسلوب انذار میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا اظہار:

قرآن مجید کے اسلوب انذار میں ایک حکمت ہمیں یہ نظر آتی ہے۔ کہ اس سے ہمیں اللہ کی قدرت کاملہ کا ادراک ہوتا ہے۔ جس کا اظہار خود اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"فَلَآ أُقۡسِمُ بِرَبِّ ٱلۡمَشَٰرِقِ وَٱلۡمَغَٰرِبِ إِنَّا لَقَٰدِرُونَ۔" ([50])

"سو میں مشارق اور مغارب کے رب کی قسم کھاتا ہوں بے شک ہم اس پر قدرت رکھنے والے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم عاجز آنے والے نہیں کہ کوئی ہماری قدرت سے باہر چلا جائے یا ہماری گرفت سے نکل بھاگے تو جب ساری ہی قوت وطاقت ہمارے پاس ہے۔ تو ہر انسان کے لیے سلامتی کی راہ اسی میں ہے۔ کہ وہ ہماری ہی رضا وخوشنودی کے حصول کی لیے کوشاں رہے اور ہماری (اللہ تعالیٰ) کی گرفت اور پکڑ سے پناہ مانگے۔ جن اقوام یا امتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کا اظہار کیا وہ مندرجہ ذیل ہیں:

حضرت ھودؑ کی قوم عاد تھی۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے بے پناہ طاقت اور قوت سے نوازا تھا کہ اللہ کی دی ہوئی قوت اور طاقت کے بل بوتے پر وہ اس غرور میں مبتلا ہو گئے کہ کہنے لگے کہ ہم سے بڑھ کر کوئی طاقت والا نہیں ہے۔ اسی طرح قوم ثمود کے حوالے سے سورۃ الحاقہ میں ہے:

---

[48] As Sajda, 3:32
[49] Ib Rahim, 44:14
[50] Al-M'ārij, 40:70

"فَأَمَّا ثَمُودُ فَأُهْلِكُواْ بِٱلطَّاغِيَةِ" ([51])

"چنانچہ ثمود کو حد سے بڑھی ہوئی خوفناک چیخ سے ہلاک کیا گیا۔"

قوم ثمود شام میں آباد تھی انھوں نے حضرت صالحؑ اور اللہ تعالیٰ کا انکار کیا۔ اور قیامت سے منکر ہوئے تو حضرت جبرائیلؑ نے ان پر چیخ ماری اور اس کی دہشت سے ان سب کلیجہ پھٹ گیا۔ اور وہ ایک دم سب ہلاک ہو گئے دنیا میں فخر اور غرور کرنے والی اور آخرت اور اللہ تعالیٰ کا انکار کرنے والی اور نبی کو جھٹلانے والی قوم کو اللہ تعالیٰ نے پل بھر میں اپنی قدرت کاملہ سے ہلاک کر دیا۔

ااور حضرت لوط علیہ السلام کی قوم نے جو بداخلاقی کی حد پار کر دی اور سخت گناہوں میں مبتلا ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو بھی ہلاک کیا۔ قوم عاد اور ثمود کے بعد فرعون اور لوطؑ کی قوم کا ذکر کیا گیا۔ فرعون اپنی طاقت کے نشے میں تھا۔ وہ اپنے آپ کو دنیا میں سب سے زیادہ طاقتور اور قدرت والا سمجھتا تھا۔ یہاں تک کہ رب بن بیٹھا۔ سورۃ القمر میں ہے:

"وَلَقَدْ جَآءَ ءَالَ فِرْعَوْنَ ٱلنُّذُرُ" ([52])

"اور بے شک فرعون والوں کے پاس ڈرانے والے آئے۔"

سورۃ البقرہ میں ہے:

"إِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ ٱلْبَحْرَ فَأَنجَيْنَٰكُمْ وَأَغْرَقْنَآ ءَالَ فِرْعَوْنَ وَأَنتُمْ تَنظُرُونَ" ([53])

"اور جب ہم نے تمھاری وجہ سے سمندر کو پھاڑ دیا۔ پھر ہم نے تم کو نجات دے دی اور آل فرعون کو ہم نے غرق کر دیا۔ اس حال میں کہ تم دیکھ رہے تھے۔"

سید قطب ان کے انجام بد کے بارے میں یوں فرماتے ہیں۔

"ثم يبدو ذلك الجد الصارم والهول القاصم في النطق العلوي بالقضاء الرهيب الرعيب، في اليوم الهائل، وفي الموقف الجليل: «خُذُوهُ. فَغُلُّوهُ. ثُمَّ الْجَحِيمَ صَلُّوهُ"([54])

"جب مجرمین کو نہایت ہی سخت الفاظ میں جہنم میں ڈالنے کا فیصلہ سنایا جاتا ہے۔ فضاء عدالت خوفناک ہے۔ ہر طرف خاموشی اور آواز ہے۔ پکڑو اسے اور اس کی گردن میں طوق ڈال دو، پھر اسے جہنم میں جھونک دو۔"

ان سب کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی نشانیاں دکھائی۔ پھر اپنی قدرت کا اظہار کرتے ہوئے انھیں دنیا میں ذلت و ہلاکت دی اور آخرت میں بھی ان کا انجام برا ہو گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا اظہار یوں فرمایا:

---

[51]. Al Hāqqah, 5:69
[52] Al Qammar, 41:54
[53] Al Baqara, 44:2
[54] Syed Qutab Shahīd, Fi Zilāl ul Qur'an (Al Qahira:Dar u sharooq Baroot) 6/3675

"وَمَآ أَمْرُنَآ إِلَّا وَٰحِدَةٌ كَلَمْحٍۭ بِٱلْبَصَرِ" ([55])

"اور ہمارا حکم تو صرف ایک بار ہوتا ہے۔ جیسے آنکھ کی ایک جھپک۔"

خلاصہ بحث:

قرآن مجید میں تبشیر و انذار کے پہلو میں بہت سی حکمتیں موجود ہیں۔ اولاد کی بشارت میں کچھ ایسے واقعات رونما ہوئے جن کی توقع ناممکن تھی۔ جیسے بن باپ کے حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش، اور بڑھاپے میں حضرت اسحاقؑ کی بشارت، اور بانجھ پن میں حضرت یحییٰؑ کی بشارت ان واقعات سے اللہ کی قدرت کاملہ کا اظہار ہوتا ہے۔ کہ وہ جو چاہے اور جب چاہے کر سکتا ہے۔ کچھ بشارتیں اس نے بدلے اور انعام کے طور پر دی جیسے مال اور جان دونوں اللہ کی امانتیں ہیں۔ لیکن ان کے بدلے میں جنت کا سودا کیا۔ اسی طرح دلوں میں اللہ کی رضا اور نیکی کی طرف راغب کرنے کے لیے اولیاء اللہ کے مقام و مرتبہ سے اگاہی دی۔ اسی طرح اللہ کی راہ میں جان کی قربانی دینے کے لئے شہداء کی بشارت اور ان پر اللہ کے فضل و کرم کو دنیاوالوں تک قرآن کے ذریعے سے پہنچایا۔ تاکہ وہ بھی جنت کے حصول کی طرف رغبت رکھیں۔ انبیاء کرام کو مبشر بنا کر بھیجا گیا تاکہ وہ لوگوں کو بشارتیں سنا کر انھیں ان کا دنیا میں آنے کا مقصد واضح کریں اور انھیں راہ راست کی طرف رغبت دلائیں - قرآن مجید میں مختلف مقامات پر اقوام اور امتوں کا جو سرکشی میں مبتلا تھیں ان کو دنیاوی اور اُخروی عذاب اور برے انجام سے آگاہ کیا سابقہ اقوام کو جس طرح ہلاک کیا گیا ہے۔ ان پر جو عذاب آیا اللہ تعالیٰ کا یہ طریقہ رہا ہے کہ اس نے انسانوں کی ہدایت کے لیے انبیاء اکرام کو دنیا میں مبعوث کیا ان پر کتابیں نازل کیں لوگوں کو دنیا اور آخرت میں بھلائی اور برائی کا راستہ دکھادیا۔ انھیں انذار کیا گیا کہ قیامت جلد برپا ہونے والی ہے۔ اس دن تم سے دنیا کی زندگی کا حساب لیا جائے گا۔ پھر جن لوگوں نے نبیوں کو جھٹلایا تکبر اور سرکشی کی اپنے آپ کو بڑا سمجھا وہ اللہ کے غضب کا شکار ہوئے اس میں باقی یا آنے والی اقوام کے لیے حکمت پوشیدہ ہے۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ جس کو صرف **کن** کہنے کی دیر ہے۔ اور ساری قدرت اور طاقت والا وہی ہے۔ دنیا میں کوئی کتنا ہی طاقتور کیوں نہ ہو بلکہ ساری طاقتوں سے بڑھ کر اس کی طاقت ہے۔ لہٰذا اس کے ماتحت ہو کر رہنا چاہیے۔

[55] Al Baqarah, 50:2